اسلام اور ہندومت کا تصورِ سزا

(فقہِ اسلامی اور منودھرم شاستر کا تقابلی مطالعہ)

رشاد احمد*

محمد مرسل فرمان**

مذہب اگر محرف یا انسان کا تخلیق کردہ نہ ہوتو وہ انسانیت کے لئے باعثِ رحمت ہوتا ہے۔ وہ انسانوں کو جس چیز کی طرف دعوت دیتا ہے اس میں پوری انسانیت کی بھلائی اور اسی طرح جن امور سے منع کرتا ہے ان سے اجتناب میں بھی انسانیت کی خیر پوشیدہ ہوتی ہے۔

مذہب کی مقرر کردہ حدود میں سے اکثر ایسی ہوتی ہیں جن کا حسن وقبح انسانی عقل با آسانی دریافت کر سکتی ہے جیسے قتل، چوری، ڈاکہ، وغیرہ۔ مذہب کی مقررہ حدود کو پھلانگنا جرم کہلاتا ہے اور ان پھلانگنے والوں کو مجرم کہا جاتا ہے۔ ہندومت اور اسلام دونوں اپنے اپنے پیروکاروں کے لئے حدود مقرر کرتے ہیں جنھیں سے پھلانگنے والوں کو سزا دی جاتی ہیں۔

مقالہ ہٰذا، ہندومت اور اسلام میں جرائم کی روک تھام کے لئے متعین سزاؤں کا تقابلی مطالعہ فقہ اسلامی اور ہندو قانون کی مشہور کتاب "منودھرم شاستر" کی روشنی میں کرتا ہے۔

منودھرم شاستر اور فقہ اسلامی:

منودھرم شاستر:

ہندو دینی ادب بنیادی طور پر دو حصوں پر مشتمل ہے: شرتی (Surti) اور سمرتی (Smriti)۔ شرتی ہندومت کے نزدیک خالصتاً وحی ہے اور اس کی حیثیت تحکمانہ اور نا قابلِ سوال ہے۔ جبکہ سمرتی، شرتی ہی کا توسع اور اسی سے ثابت ہونے والا ہے۔ یہ دراصل قانونی، فقہی وسماجی قواعد وضوابط واحکام ہیں جن میں تاویل، قیاس اور انسانی اجتہاد کو دخل ہوتا ہے۔(۱)

خود سمرتی زمرۂ کتب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ رزمیہ اشعار (Epic) کہلاتا ہے جس میں رامائن،

* اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، پشاور یونیورسٹی، پشاور، پاکستان۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ، پاکستان۔

پران، مہابھارت اور بھگوت گیتا وغیرہ شامل ہیں۔(۲) جبکہ دوسرا حصہ ہندو قانون و اخلاق کی تشکیل کرتا ہے۔ ان میں 'دھرم شاستر' شامل ہیں۔(۳)

سمرتی یا شاستر الگ محور کے کسی علیحدہ اور مشتمل کتاب کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ۶۰۰ سے لیکر ۱۰۰ قم تک ان فقہی قوانین اور مجموعہ ہائے قواعد وضوابط کی ایک کڑی ہے جو وید اور دیگر ہندو دینیات کے مصادر کی روشنی میں متعدد ہندو فقہاء نے مرتب کی ہے۔ اس میں منوسمرتی، جناوالکیہ سمرتی، وشنوسمرتی، آچار، پریشد، ششنا اور آتم نشتی سمرتیاں شامل ہیں۔(۴)

مذکورہ بالا سمرتیوں کی فہرست میں منوسمرتی کو محض فوقیت حاصل ہے جو عموماً منودھرم شاستر کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔ اس کا زمانۂ تدوین ۲۰۰ ق م اور ۱۰۰ ق م کے درمیان کا بتایا جاتا ہے۔ منودھرم شاستر نے ہندو سماج پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ اس کے قوانین وضوابط نے ہندو قوم کو ذات پات یا ورن آشرم میں ایسے انداز میں جکڑ رکھا ہے اور برہمن کو انسانی تفوق کے ایک ایسے مقام پر بٹھایا ہے کہ بعد میں آنے والا کوئی بڑے سے بڑا ہندو مصلح اور انسانی مساوات کا کوئی بڑا علمبردار بھی اس کے سامنے بالآخر سر تسلیم خم کئے بغیر نہ رہا۔(۵)

فقہ اسلامی:

لفظ 'فقہ'، جو لغوی لحاظ سے ''گہری سمجھ بوجھ'' کے معنی رکھتا ہے، اصطلاحاً یہ ''وہ علم ہے جس کا تعلق ان شرعی احکام کے ساتھ ہے جو تفصیلی دلائل (قرآن، حدیث، اجماع، قیاس) سے اخذ کئے گئے ہوں''۔(۷)

فقہ اسلامی اور منودھرم شاستر کے مختصر تعارف کے بعد اب ہم اپنے موضوع کی طرف تدریجاً آگے بڑھتے ہیں۔

جرم کی تعریف:

شریعت اسلامیہ کے نزدیک (الجرائم محظورات شرعية زجر الله تعالى عنها بحد او تعزير)(۷) یعنی (جرائم وہ شرعی ممانعتیں ہیں جن سے اللہ نے روکا ہے اور ان کے کرنے پر : حد یا تعزیری سزا متعین فرمائی ہے)۔

جرم کی درج بالا تعریف سے واضح ہو جاتا ہے کہ جرم وہ پابندیاں ہیں جن کا خیال رکھنا شریعت نے لازمی قرار دیا ہے اور اس کے التزام نہ کرنے پر سزا متعین فرمائی ہے۔ یہ پابندیاں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم بھی ہوسکتا ہے جس کی بنا پر سزا ہو۔

اسی طرح (زجر الله عنها بحد اور تعزير) سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پابندیوں

(محظورات) سے سزائے حد یا تعزیر کے ذریعے جھڑکا یا منع کیا ہو۔ اس کا یہ مطلب ہو جاتا ہے کہ کوئی جرم اس وقت تک جرم نہیں ہوتا جس وقت تک اس پر حد یا تعزیری سزا مقرر نہ ہو۔

سزا کی تعریف

سزاؤں کو فقہاء عقوبات یا اجزیہ (جزاء کی جمع) وغیرہ الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ جبکہ جرم کو جنایۃ، جریمۃ یا ذنب وغیرہ کے الفاظ سے پکارتے ہیں۔ (٨)

عقوبت کی تعریف ان الفاظ میں بھی کی گئی ہے کہ :ھی الألم الذی یلحق الانسان مستحقاً علی الجنایۃ (٩) یعنی (عقوبت وہ تکلیف ہے جو انسان کو کسی جرم کے کرنے سے لاحق ہوتی ہے اور وہ اس کا حقدار ہوتا ہے)۔

فلسفۂ سزا:

تقریباً ہر مذہب کا ایک فلسفۂ حیات ہوتا ہے جس کے مطابق زندگی گزارنے والا نیک، متقی اور پرہیزگار کہلاتا ہے اور اخروی زندگی میں موجود کامیابیاں اور نعمتیں بھی اسی شخص کے لئے ہوتی ہیں۔ اس کے برعکس اس مذہب کا جو ماننے والا اس فلسفہ حیات کی مخالفت کرتا ہے وہ گناہگار کہلاتا ہے۔

تقریباً ہر مذہب اپنے ماننے والوں کے لئے ایسی سلبی تعلیمات رکھتا ہے جو انھیں اپنے فلسفۂ حیات سے دور ہونے سے روکے۔ یہ سلبی تعلیمات مختلف اقسام کی ہوتی ہیں جو اخلاقی نصائح سے لے کر نہایت سخت جسمانی سزاؤں پر مشتمل ہوسکتی ہیں۔ یہ سلبی تعلیمات اپنے ماننے والے کے اندر از سرِ نو مذہبی تعلیمات کی مخالفت پر ندامت اور اس میں اس فلسفۂ حیات کے مطابق زندگی بسر کرنے کا جذبہ پیدا کرتی ہیں۔

اسلام اور ہندومت دونوں مذاہب میں بھی دیگر مذاہب کی طرح مختلف قسم کی جسمانی و مالی سزائیں سزائیں موجود ہیں۔

اسلامی سزاؤں کی اقسام:

اسلامی سزاؤں کو بنیادی طور پر تین قسموں میں بانٹا گیا ہے جو درج ذیل ہیں:

قصاص: قصاص لغۃً نشانات کی پیروی کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاحاً اس سے مراد یہ ہے کہ مجرم کے ساتھ وہی کیا جائے جو اس نے کیا ہو (ان یفعل بالفاعل الجانی مثل مافعل)۔ (١٠)

حدود: حدود جمع ہے حد کی، اور حد لغۃً منع کرنے کے معنی میں آتا ہے جبکہ شرعاً اس متعین سزا کو کہتے ہیں جو حق اللہ کی وجہ سے واجب ہو (الحد ھو العقوبۃ المقدرۃ حقاً للہ تعالی) (١١) جیسے زنا کی حد، یا بندے کے حق کی وجہ

سے واجب ہو جیسے حد قذف۔

تعزیر: تعزیر لغۃً روکنے، مدد کرنے، توقیر وتادیب کرنے کے معنی میں آتا ہے۔جبکہ اصطلاحاً یہ وہ سزا ہے جو شریعت میں متعین نہ ہو، چاہے یہ اللہ تعالی کا حق ہو یا بندے کا، اس جرم میں جس میں غالبًا کوئی حد یا کفارہ مقرر نہ کیا گیا ہو(التعزير هو عقوبة غير مقدرة شرعاً، تجب حقاً لله أو لآدمي، في كل معصية ليس فيها حد ولا كفارة غالباً)۔(۱۲)

تعزیر دولحاظ سے حدود سے مختلف ہے:

۱۔ ہر جرمِ حد کی شریعت کی طرف سے ایک مقرر کردہ سزا موجود ہے جبکہ تعزیراتی جرائم کے لئے ایک مجموعہ عقوبات ہے جو نصیحت سے لے کر کوڑے مارنے اور قید کرنے تک پھیلا ہوا ہے اور خطرناک ترین جرائم میں اس کی انتہا قتل بھی ہوسکتی ہے۔ اس میں قاضی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ ان سزاؤں میں سے جس سزا کو مجرم کے حالات، اس کی نفسیات اور اس کے سابقہ کردار کے پیش نظر چاہے، جاری کردے۔ اسے یہ حق بھی حاصل ہے کہ ایک سزا سے زیادہ دے، یا سزا میں کمی زیادتی کرے۔ اور اگر مجرم کی تادیب کے لئے مناسب خیال کرے تو سزا کے نفاذ کو سرے سے ہی روک دے۔

۲۔ سزائے حد کی معافی کا ولی الأمر کو اختیار حاصل نہیں، جبکہ تعزیراتی سزا تمام کی تمام یا اس کا کچھ حصہ ولی الأمر معاف کرسکتا ہے۔(۱۳)

تعزیری سزاؤں کی پھر مزید اقسام ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

جسمانی سزائیں:

الف۔تعزیر بالقتل:

اصل یہ ہے کہ تعزیری سزا قتل تک نہ پہنچے کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ)(۱۴) یعنی (تم ایسی جان کو قتل نہ کرو جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام ٹھیرایا ہو مگر یہ کہ حق پر)اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :(کسی مسلمان کی خون تین چیزوں کے علاوہ حلال نہیں :شادی شدہ زانی، جان کے بدلے جان، جماعت کو چھوڑ کر اپنا دین چھوڑنے والا)۔ (۱۵)

تاہم بعض فقہاء کی یہ رائے ہے کہ تعزیراً قتل کی سزا دینا مخصوص شرائط کے ساتھ متعین جرائم میں جائز ہے جیسے وہ مسلمان جاسوس جو مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کر رہا ہو۔ اس کے قتل کرنے کے حق میں امام مالک اور امام احمد کے بعض اصحاب ہیں۔ جبکہ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، حنابلہ میں سے ابو یعلی اور اس کے بارے میں امام احمد نے

توقف کیا ہے۔ نیز اس کے علاوہ مزید ایسے جرائم بھی ہیں جن میں تعزیراً قتل کرنے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے جیسے بار بار لواطت کا عمل کرنے والا، قرآن وسنت کے مخالف بدعات کی طرف دعوت دینے والا، وغیرہ۔

ب۔تعزیراً کوڑے لگانا:

شریعت میں تعزیراً کوڑے لگانے کی اجازت ہے اور اس کی دلیل رسول اللہ ؐ کا یہ قول مبارک ہے:

(حدود اللہ کے علاوہ کسی کو دس سے زیادہ کوڑے نہیں لگائے جائیں)۔ (۱۶)

وہ حریسہ بکری جو اپنی چراگاہ سے چرائی جائے، اس کی سزا، اس کی دگنی قیمت اور عبرتناک ضرب ہے۔(۱۷) اور ایسا ہی حکم کھجور کو اس کے خوشوں سے چرانے کا بھی ہے۔ پس آپ ؐ سے لٹکی کھجور کے بارے میں سوال کیا گیا:

> رسول اللہ ؐ سے روایت ہے کہ آپؐ سے لٹکے ہوئے پھلوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے جواب دیا کہ اگر کوئی منہ میں ضرورت اور حاجت کی بنیاد پر کچھ لے لے، تھیلے میں کچھ لئے بغیر، تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر کوئی کسی تھیلے وغیرہ میں کچھ ساتھ لے کر گیا تو اس پر دگنا تاوان ہے اور سزا بھی ہے۔ اور اگر کوئی شخص محفوظ پھلوں میں سے کچھ چرائے اور اس کی قیمت ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس پر قطع ید کی سزا ہے۔ (۱۸)

اسی تعزیری سزا پر خلفائے راشدین اور ان کے بعد میں آنے والے حکام کا عمل رہا اور ان پر نکیر نہیں کی۔

احناف میں اس چیز کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ تعزیر کو حد تک نہیں پہنچنا چاہئے۔ البتہ تعزیری سزا میں کوڑوں کی آخری حد کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ۳۹ سے زیادہ نہ ہوں، جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک ۷۵ یا ۷۹ ہے۔

مالکیوں کے نزدیک تعزیر میں کوڑوں کی تعداد کی کوئی حد نہیں اور مصلحت کا خیال رکھتے ہوئے یہ تعداد حد میں لگائے جانے کوڑوں کی تعداد سے زیادہ ہو سکتی ہے۔

شوافع کے نزدیک اگر تعزیری سزا کوڑے ہوں تو یہ حد میں لگائے جانے والے کوڑوں کی کم ترین تعداد ہو۔ پس غلام کو تعزیراً کوڑے ۲۰ سے کم اور آزاد کو ۴۰ سے کم ہوں۔ اور بعض کے نزدیک ایسا کرنا واجب ہے۔

حنابلہ کے ہاں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ روایت ہے کہ یہ تعداد حد کی تعداد کو نہ پہنچے اور تعزیر میں لگائے جانے والے کوڑوں کی تعداد حد کی تعداد کی ادنی مقدار ہو۔ لہذا یہ تعداد غلام کے لئے ۴۰ تک نہ پہنچے اور آزاد کے لئے ۷۹ تک نہ پہنچے۔ اور ایک دوسری روایت کے مطابق یہ تعداد ۱۰ کے عدد کو عبور نہ کرے۔ (۱۹)

ج۔تعزیراً قید کرنا:

قید کی سزا قرآن، سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ کتاب اللہ میں ہے :

(تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں ان پر اپنے میں سے چار گواہ طلب کرو۔ اگر وہ گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں قید رکھو یہاں تک کہ موت ان کی عمریں پوری کر دے یا اللہ تعالی ان کے لئے کوئی اور راستہ نکالے)۔(۲۰)

اسی طرح اللہ تعالی نے فرمایا: (جو لوگ اللہ تعالی سے اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا انھیں جلاوطن کر دیا جائے۔ یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت اور خواری اور آخرت میں ان کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے)۔(۲۱)

سنت سے اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں خون کے الزام میں کچھ لوگوں کو قید کیا اور ضرب وقید کا فیصلہ کیا۔ آپؐ نے ایک دوسرے شخص سے متعلق جس نے ایک شخص کو قید کیا یہاں تک کہ وہ مر گیا فرمایا : قاتل کو قتل کرو اور جس نے موت تک قید کیا اس (کے ساتھ بھی ویسا ہی کرو کہ اس) کو قید کرو یہاں تک کہ مر جائے۔(۲۲)

صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے اور اس طرح ان کے بعد والوں کا بھی کہ قید کی سزا دی جاسکتی ہے۔ فقہاء کا بھی اتفاق ہے کہ قید کی سزا تعزیراً دینا مناسب ہے۔ اور معلوم ہے کہ عمرؓ نے حطیہ کو ہجو کرنے پر قید کیا۔ (۲۳)

د۔تعزیراً جلاوطن کرنا:

فقہاء کا اس بات پر بغیر کسی اختلاف کے اتفاق ہے کہ بطورِ تعزیری سزا کے جلاوطن کرنا شرعاً جائز ہے اور اس کا ثبوت قرآن، سنت اور اجماع سے ملتا ہے۔

قرآن سے اس کی دلیل اللہ تعالی کا ارشاد ہذا ہے کہ: (أَوْ يُنفَوْا مِنَ الْأَرْضِ) یعنی (یا انھیں جلاوطن کر دیا جائے)۔(۲۴) پس جلاوطن کرنا حدود کی سزاؤں میں شامل ہے۔ سنت سے بھی اس کی دلیل ملتی ہے کہ آپؐ نے مدینہ منورہ سے مخنثوں (ہجڑوں) کو جلاوطن کرنے کا حکم دیا۔ (۲۵)

اجماع سے اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے نصر بن حجاج کو اس وجہ سے جلاوطن کیا کہ کہیں عورتیں ان کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا نہ ہو۔ آپؓ کے اس طرزِ عمل پر کسی صحابی نے نکیر نہیں کی۔(۲۶)

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جلاوطن کرنا زنا کی حد نہیں بلکہ تعزیر ہے اور اس کی مدت کا ایک سال سے زیادہ طویل ہونا جائز ہے۔ امام مالک اگرچہ جلاوطنی کو حدّ زنا سمجھتے ہیں لیکن ان کے نزدیک بھی جلاوطن کی مدت کا ایک

سال سے زیادہ ہونا جائز ہے۔ مالکیوں کے راجح قول کے مطابق تعزیر میں جلاوطنی کی مدت کا حد کی مدت سے زیادہ ہونا جائز ہے اگر مصلحت کا تقاضا ہو۔

شوافع اور حنابلہ کے نزدیک تعزیر میں جلاوطنی کی مدت ایک سال سے زیادہ نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک ایک سال کی جلاوطنی حد کی مدت ہے اور تعزیری سزا حدیث (من بلغ حدا فی غیر حد فهو من المعتدین)(۲۷) کے خلاف ہے۔

ب۔ مالی سزائیں:

امام ابوحنیفہ کے اصل مذہب کے مطابق تعزیری سزا کے طور پر مال لینا ناجائز ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد اس کی اجازت نہیں دیتے۔ تاہم امام ابو یوسف کے نزدیک اگر اس میں مصلحت ہو تو ایسا کرنا جائز ہے۔ قدیم شافعی مذہب میں تعزیر بالمال جائز تھا لیکن جدید مذہب کے مطابق ناجائز ہے۔ مالکی مذہب کے مطابق تعزیراً مال لینا جائز ہے۔ امام مالک کے نزدیک ملاوٹی دودھ یا خوشبو وغیرہ بہائے نہ جائیں بلکہ صدقہ کیے جائیں۔ حنابلہ کے نزدیک تعزیراً مال کا لینا یا اس کا تلف کرنا حرام ہے۔ البتہ ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہما اللہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ ان کا استدلال رسول اللہ کے وہ فیصلے ہیں جن میں آپؐ نے شراب کے چاٹیوں (پیپوں) اور برتن وغیرہ توڑنے کا حکم دیا۔ (۲۸)

تعزیر بالمال کی اقسام:

تعزیر بالمال کی متعدد صورتیں ہوسکتی ہیں مثلاً اس مال کو قبضہ میں لے لیا جائے، یا اسے تلف کر دیا جائے، یا کسی اور کی ملکیت میں دے دیا جائے، وغیرہ۔ ذیل میں انھیں اقسام سے بحث ہوگی:

الف۔ وقتی طور پر مال قبضہ میں لے لینا:

اس صورت میں قاضی وقتی طور پر مجرم کے مال کو بطور سزا کچھ وقت کے لئے قبضہ میں لے لیتا ہے اور جب مجرم کی اپنے جرم سے توبہ واضح ہو جائے تو قاضی یہ مال دوبارہ اسے واپس کر دیتا ہے، مثلاً باغیوں کے گھوڑے واسلحے وغیرہ کچھ وقت کے لئے قبضہ میں لینا اور جب وہ اچھی طرح توبہ کر لیں اور ان کو واپس کرنا۔ البتہ اگر قاضی ان کی توبہ سے مایوس ہو جائے تو حاکم کو یہ مال بیت المال میں جمع کرنے کا اختیار ہے اگر اسے اسی میں مصلحت نظر آئے۔

ب۔ تلف کرنا:

امام تیمیہؒ کے نزدیک منکرات و ناپسندیدہ اشیاء وغیرہ یا ان اشیاء کی اماکن کو تلف و تباہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً وہ مادہ جس سے بت بنائے جاتے ہیں، یا لہو و لعب کے آلات کا اکثر فقہاء کے نزدیک تلف کرنا جائز ہے۔ امام احمد

سے زیادہ مشہور روایت یہی ہے۔ شراب کے برتنوں کا توڑنا یا وہ جگہ جہاں شراب کی خرید وفروخت ہوتی ہے، کا جلانا بھی اسی قبیل سے ہے۔ ایسا حضرت عمر وحضرت علی رضی اللہ عنہما کے عمل سے ثابت ہے۔

ج۔تغییر وتبدیل کرنا:

کسی چیز میں اگر کوئی شرعی قباحت ہوتو اس میں تعزیراً تبدیلی کی جاسکتی ہے جیسے رسول اللہؐ نے ایک بت کے ساتھ کیا جو سر کاٹنے کے بعد درخت رہ گیا۔ چنانچہ روایت ہے :(فأمر برأس التمثال أن يقطع)۔(۲۹)

اسی طرح مالی تعزیری سزاؤں کی دیگر صورتیں بھی ہوسکتی ہیں جیسے مکمل طور پر مال قبضہ میں لینا، جرمانہ لگانا، کسی چیز کی دگنی قیمت وصول کرنا، وغیرہ۔

درج بالا جسمانی ومالی تعزیری سزاؤں کے علاوہ دیگر قسم کی تعزیری سزائیں بھی قاضی دے سکتا ہے جیسے مجرم کو خبردار کرنا، تنبیہ کرنا، دھمکانا، عدالت طلب کرنا، مقاطعہ کرنا، وغیرہ۔ (۳۰)

سزاؤں پر وقوعِ شبہ کے اثرات:

''شبہۃ'' کے لغوی معنی کسی چیز کے ملتبس اور غیر واضح ہونے کے ہیں۔ (۳۱) شک وشبہ یقیناً سزاؤں پر اثرانداز ہوتا ہے۔ حدود تو ساقط ہوجاتی ہیں البتہ تعزیرات پر شک وشبہ ویسے مکمل طور پر اثرانداز نہیں ہوتا جیسے حدود میں۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''مسلمانوں سے حدود کو جتنا ممکن ہو، دفع کرو۔ ملزم کے لئے حد سے بچنے کی کوئی راہ ہوتو اسے بچ جانے دو۔ کیونکہ غلطی سے امام کا معاف کردینا اس سے بہتر ہے کہ وہ غلطی سے سزا دے''۔ (۳۲) اسلام کا اس طرف میلان ہے اور تقریباً تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ حدود شبہ کی بناء ساقط ہوجاتی ہیں۔ (۳۳)

فقہاء کی شبہ کے بارے میں مختلف آراء ہیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

ا۔ احناف کے نزدیک شبہ کی دو قسمیں ہیں:

الف۔شبہ فی الفعل :

اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص غیر دلیل کو دلیل گمان کرے مثلاً اپنی بیوی کی لونڈی کو اپنے لئے حلال سمجھے۔ اس صورت میں اسے حد نہیں لگائی جائے گی۔

ب۔شبہ فی المحل:

اس کا مطلب ہے کہ شریعت کے کسی حکم میں شبہ ہو۔ ایسا شبہ حد کو واجب کرنے سے روکتا ہے مثلاً کوئی باپ اپنے بیٹے کا مال چرائے تو اس پر حد سرقہ قائم نہیں ہوگی جو اس آیت میں مذکور ہے: (وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ

فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا) یعنی (چور اور چورنی کے ہاتھ کاٹ ڈالو)۔(۳۴) کیونکہ اس سلسلے میں ایک دوسری دلیل موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمایا :(أنت ومالك لأبيك)۔(۳۵) اب چونکہ نص ثانی نے بیٹے اور اس کے مال کو والد کی ملکیت قرار دیا ہے تو والد کے بیٹے کا مال چوری کرنے کی صورت میں ایسے ہی ہے جیسے اپنا مال چوری کیا۔

ب۔شوافع کے نزدیک شبہ کی تین قسمیں ہیں:

ا۔شبہ فی المحل:

جیسے روزہ دار یا حائضہ بیوی سے وطی کرنا۔گویا فعل حرام کے مقام میں شک ہے کیونکہ یہ مقام شوہر کی ملکیت ہے اور اسے اپنی بیوی سے مباشرت کا قانونی حق ہے، اگر چہ وہ حالت صوم یا حالت حیض میں یہ حق نہیں رکھتا۔لیکن اس مقام کی ملکیت شبہ کا باعث بنتی ہے جو نتیجتاً اسقاط حد کا تقاضا کرتی ہے۔

۲۔شبہ فی الفاعل:

جیسے کسی غیر عورت کو اپنے بستر پر پانا اور یہ گمان کر کے اس سے جماع کرنا کہ وہ اس کی اپنی بیوی ہے۔

۳۔شبہ فی الجہۃ:

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی فعل کی حلت وحرمت میں فقہاء کے مابین اختلاف پیدا ہونے کی وجہ سے اس فعل کے کرنے پر حد کے قیام میں شبہ ہو، جیسے بغیر ولی کے احناف کے نزدیک اور بغیر گواہوں کے مالکیوں کے نزدیک نکاح درست ہو جاتا ہے۔پس کسی بھی ایسی صورت میں حد قائم نہیں ہوگی۔(۳۶)

شبہ کی بناء پر اسقاط حد کے قاعدے پر عمل کرنے کے کئی نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔بعض اوقات اس قاعدے کے اجراء سے حد بھی ساقط ہو جاتی ہے اور مجرم کو اس سے منسوب جرم سے بری قرار دے دیا جاتا ہے اور کبھی اس کی جگہ کوئی تعزیری سزا دے دی جاتی ہے۔

ملزم کو جرم سے تین حالات میں بری قرار دے دیا جاتا ہے:

۱۔ ارادہ جرم کا موجود نہ ہونا، جیسے شب زفاف میں بستر پر کسی غیر عورت کو اپنا سمجھ کر اس سے جماع کرنا۔

۲۔ کسی فعل کو حرام قرار دینے والی نصوص کے درمیان تطبیق میں اشتباہ کی وجہ سے فقہاء کے مابین اختلاف رونما ہوا ہو، جیسے بغیر گواہوں یا بغیر ولی کے نکاح۔اس صورت میں نہ حد جاری ہوگی اور نہ تعزیر۔

۳۔ ثبوت جرم میں اشتباہ ہو۔

درج بالا تین صورتوں کے علاوہ شبہ کی کوئی بھی صورت ہو سقوط حد کے ساتھ تعزیری سزا کا اجراء ہوگا۔

حدود کی طرح تعزیرات میں اشتباہ کی بنیاد پر سقوط حد کا قاعدہ ملزم کو شک کا فائدہ دیتا ہے۔ کیونکہ اس قاعدہ کا اصل مقصد ہی انصاف کا قیام اور لوگوں کے حقوق کی ضمانت وتحفظ ہے۔

تعزیراتی جرائم میں اس قاعدے کا اطلاق صرف ان تین مذکورہ صورتوں میں ہوگا جن میں اس قاعدے کی تطبیق کے نتیجے میں مجرم بری قرار دے دیا جاتا ہے۔ اور اُن صورتوں میں اس قاعدے کا اطلاق نہیں ہوگا جن میں حد کسی تعزیری سزا سے بدل جاتی ہے کیونکہ تعزیراتی جرائم میں سزا مقرر اور معین نہیں ہے بلکہ عدالت کے اختیار اور اندازے پر موقوف ہے۔ جبکہ جرائم حدود کی عقوبات معین اور مقرر بھی ہیں۔ اور ان کے اجراء میں شدت اور زور بھی ہے اور عدالت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ ان سزاؤں کے اجراء کو موقوف کر دے یا ان کی جگہ کوئی اور سزا تبدیل کر دے سوائے اس کے کہ اشتباہ کی صورت میں حد کی ساقط ہو جائے۔ (۳۷)

ایک انسان پیدائش سے لے کر سن بلوغ تک تین مراحل سے گزرتا ہے:

۱۔ پہلا مرحلہ:

پہلا مرحلہ وہ ہے جس میں انسان کے اندر ادراک کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ وہ صرف ایک ناسمجھ ہوتا ہے۔ اس مرحلہ کا دورانیہ پیدائش سے لے کر سات سال کی عمر تک ہے۔ شعور وتمیز کی اگرچہ کوئی عمر مقرر نہیں اور یہ ماحول کے اختلاف اور بچوں کی ذہنی اور جسمانی استعداد کے تفاوت کی بناء پر سات سال کی عمر سے قبل بھی ظاہر ہوسکتا ہے اور اس سے مؤخر بھی ہوسکتا ہے۔ مگر فقہاء کرام نے اکثر بچوں کی حالت پیش نظر رکھتے ہوئے عمر کی ایک حد مقرر کر دی ہے تاکہ فیصلہ میں یکسانیت اور آسانی ہو۔

پس چونکہ پیدائش سے سات سال کی عمر کا مرحلہ اکثریت کے مطابق سن تمیز نہیں لہٰذا اس دوران اگر کوئی بچہ اگر کوئی جرم کر بیٹھے تو نہ تو فوجداری طور پر کوئی سزا دی جائے گی اور نہ تادیبی طور پر۔ چنانچہ اگر وہ موجب حد جرم کا ارتکاب کرے مثلاً چوری وغیرہ، تو اس پر حد جاری نہ ہوگی اور اگر وہ کسی کو قتل یا زخمی کر دے تو قصاص نہ لیا جائے گا اور نہ ہی تعزیری سزا دی جائے گی۔

مگر بچے کا فوجداری مسئولیت سے مستثنیٰ ہونا اسے جرم کی دیوانی مسئولیت سے مستثنیٰ نہیں کرتا۔ اسے اپنے مال سے ہر اس جانی اور مالی نقصان کا معاوضہ دینا ہوگا جو اس کے عمل سے دوسرے کو پہنچا۔

بہر کیف اس سے فوجداری مسئولیت کیطرح دیوانی مسئولیت مرتفع نہیں ہوگی۔ کیونکہ شریعت اسلامیہ میں اصول یہ ہے کہ جان ومال محفوظ رہیں اور کسی دوسرے کے لئے بلاحق دست درازی جائز نہیں ہے اور شرعی اعذار سے بھی ان کی حفاظت ختم نہیں ہوتی یعنی اعذار سے تاوان نہ تو ختم ہوتا ہے اور نہ ساقط ہوتا ہے اگرچہ سزا ساقط ہو

جائے۔

۲۔ دوسرا مرحلہ:

یہ مرحلہ کمزور ادراک کا مرحلہ ہے۔ یہ بچہ کے سال کے ہو جانے کے بعد شروع ہوتا ہے اور بلوغت تک چلا جاتا ہے۔فقہاء عام طور پر بلوغت کے لئے پندرہ سال کی عمر مقرر کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بلوغت کی عمر ۱۸ سال ہے اور ایک قول کے مطابق مرد کی ۱۹ اور عورت کی ۱۷ سال ہے۔

اس مرحلہ میں سمجھدار بچہ فوجداری طور پر مسئول نہیں ہوتا اور اس پر چوری اور زنا کی حد جاری نہیں ہوگی اور نہ اس سے قتل اور جرح (زخم) کا قصاص لیا جائے گا۔ البتہ تادیبی مسئولیت ہوگی کہ اس کے ارتکاب جرم پر تادیب کی جائے۔ تادیب بھی اگرچہ فی ذاتہ جرم کی سزا ہے مگر یہ سزا فوجداری نہیں تادیبی ہے اور سزا کے تادیبی ہونے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بچے کے بار بار ارتکاب جرم کرنے سے وہ عادی مجرم متصور نہ ہوگا۔ اور اسے وہی تعزیری سزائیں دی جائیں گی جن کا مقصد تنبیہ اور سرزنش ہو۔

اس مرحلہ میں بچہ اگرچہ فوجداری طور پر مسئول نہیں ہوتا مگر دیوانی طور پر بالکل اسی طرح اور ویسے ہی مسئول ہوتا ہے جیسے کہ اس سے گزشتہ مرحلہ میں۔

۳۔ تیسرا مرحلہ:

عام فقہاء کے نزدیک بچہ پندرہ سال کا بالغ ہو جاتا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ اور مسلک مالکؒ کی مشہور رائے کے مطابق ۱۸ سال کا بالغ ہوتا ہے۔

اس مرحلہ میں انسان اپنے ہر قسم کے جرم پر فوجداری طور پر مسئول ہے چنانچہ زنا، سرقہ وغیرہ جرائم کی صورت میں اس پر حد جاری ہوگی۔ قتل کی صورت میں قصاص لیا جائے گا۔ اور دیگر تعزیری جرائم میں تعزیری سزائیں دی جائیں گی۔ (۳۸)

آلہ سزا

اسلامی سزاؤں کے لئے کونسا آلہ یا اوزار کا استعمال کیا جائے تو یہ مسئلہ تھوڑا تفصیل طلب ہے:

۱۔ قصاص:

قصاص کے بارے میں احناف اور حنابلہ کے صحیح قول کے مطابق یہ رائے ہے کہ قاتل مجرم نے قتل کا جرم چاہے تلوار سے کیا ہو یا کسی اور اوزار سے، اسے بغیر تلوار کے کسی اور اوزار سے قتل نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر ولی یہ چاہے کہ وہ بغیر تلوار کے کسی اور اوزار سے قصاص لے تو اسے اس چیز کی اجازت نہ دی جائے کیونکہ اس سلسلے میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: (لاقود الا بالسیف) یعنی (قصاص صرف تلوار سے ہو)۔(۳۹) اس کی وجہ یہ ہے کہ بغیر تلوار کے قصاص لینا زیادہ تکلیف کا سبب بنتا ہے۔لیکن اگر ولی اس قاعدہ کی مخالفت کرتا ہے تو تعزیری سزا تو دی جائے تاہم اس پر کوئی ضمان نہیں اور وہ اپنا قصاص لے چکا۔(۴۰)

اس سلسلے میں مالکی اور شوافع، نیز حنابلہ سے ایک روایت کے مطابق مقتول کے اولیاء کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قاتل کو ویسا ہی قتل کریں جیسا کہ اس قاتل نے مقتول کو قتل کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ) یعنی (اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی جتنا کہ تم سے زیادتی کی گئی ہے)۔(۴۱) اور روایت ہے کہ ایک یہودی نے ایک مسلمان عورت کا سر دو پتھروں میں کچل کر اسے قتل کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس یہودی کو اسی طرح قتل کرنے کا حکم دیا(۴۲)۔(۴۳)

۲۔زنا (غیر محصن)، قذف اور شراب کی حد:

فقہاء کے درمیان اس چیز میں اختلاف نہیں کہ جو شخص زنا، قذف اور شراب پینے کا مرتکب ہو اس پر کوڑوں کی حد واجب ہے۔ حد زنا اور حد قذف تو قرآن کریم سے ہی ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ) یعنی (زانی اور زانیہ میں سے ہر دو کو سو کوڑے لگاؤ)۔(۴۴) اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً) یعنی (اور جو پاکدامن عورتوں پر تہمت باندھیں اور چار گواہ نہ لاسکیں تو انھیں ۸۰ کوڑے لگاؤ)۔(۴۵)

اسی طرح ایک صحیح و متفق علیہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص رسول اللہؐ کے پاس آیا اور کہا: یارسول اللہ! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم کتاب اللہ سے میرے لئے فیصلہ کرو۔ اس کا فریق مخالف جو اس سے زیادہ ہوشیار تھا نے کہا کہ ہاں ہمارے درمیان کتاب اللہ کے ذریعے فیصلہ کیجئے اور مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: کہو۔ تو اس نے کہا: میرا بیٹا اس کا نوکر تھا تو وہ اس کی بیوی سے زنا کر بیٹھا۔ مجھے خبر ہوئی کہ میرے بیٹے پر رجم ہے تو میں نے ۱۰۰ بکریوں اور ایک لونڈی کے فدیہ کے ذریعہ اسے چھڑا لیا۔ پھر میں نے اہل علم سے پوچھا جنھوں نے مجھے خبر دی کہ میرے بیٹے پر ۱۰۰ کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے جبکہ رجم اس کی بیوی پر ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں تمہارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا: لونڈی اور ریوڑ تمہیں واپس، اور تمہارے بیٹے پر ۱۰۰ کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ..(جلد مائة وتغريب عام)۔(۴۶)

اسی طرح حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب میری براءت نازل ہوئی تو رسول اللہؐ منبر پر کھڑے

ہوئے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور قرآنِ کریم کی تلاوت کی۔ پھر جب آپ منبر سے اترے تو دو مردوں اور ایک عورت کے بارے میں حد کا حکم دیا اور وہ حد لگائے گئے۔ (۴۷)

جب کہ نشہ آور شراب کی حد سنت سے ثابت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص جس نے شراب پی ہوئی تھی، کو لایا گیا تو اسے دو چھڑیوں (جریدۃ) سے تقریباً ۴۰ کوڑے لگائے گئے۔ ایسا ہی ابوبکرؓ نے کیا۔ پھر جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے لوگوں سے مشورہ کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: سب سے ہلکی حد ۸۰ کوڑے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے اسی کا حکم دیا۔ (۴۸)

اور روایات سے ثابت ہے کہ کوڑا ایسا ہونا چاہئے کہ نہ تو بہت بڑی عصا ہو کہ وہ مجرم کو ہلاک ہی کر ڈالے اور نہ چھوٹی سی ٹہنی ہو کہ اس سے مجرم کو تکلیف ہی نہ پہنچے۔ اسی طرح وہ نہ تو بہت تازہ ہو اور نہ ہی بہت خشک ہو۔ (۴۹)

مجرم کو لگائی جانی والی ضرب بھی درمیانے درجہ کی ہو۔ نہ تو اتنی کمزور کہ اسے تکلیف نہ پہنچے اور وہ گناہ سے منع نہ ہو اور نہ ہی اتنی سخت کہ اسے ہلاک کر ڈالے۔ (۵۰)

زناء (محصن):

فقہاء کے درمیان اس چیز میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ محصن (شادی شدہ) مرد یا عورت اگر زنا کرے تو اس کی سزا رجم ہوگی۔ رجم کے معنی یہ ہیں کہ محصن زانی یا زانیہ کو کنکریوں سے مارتے رہنا یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ (۵۱) رجم کی سزا ایسی سنت سے ثابت ہے جو درجہ میں تواتر کے مشابہ ہے۔

حد خمر:

فقہاء کا شراب کی حد کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کا تو خیال ہے کہ یہ حد بھی کوڑے سے ہوگی جبکہ بعض یہ رائے رکھتے ہیں کہ یہ حد جوتوں، ہاتھوں اور کپڑوں کے کناروں سے ہوگی۔ ان کا استدلال یہ حدیث ہے: ''حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص لایا گیا جو نشہ میں تھا۔ آپ نے اسے مارنے کا حکم دیا۔ پس ہم میں سے کوئی اسے ہاتھ، تو کوئی جوتے اور کوئی کپڑے سے مارتا تھا''۔ (۵۲)

تعزیری سزا:

تعزیراً مارنا یا ادب سکھانا کوڑے سے بھی ہو سکتا ہے اور ہاتھ سے بھی۔ بچہ کو تادیباً ولی کو بھی کوڑے سے مارنے کی اجازت نہیں، بلکہ ہاتھ سے مارا جائے جو تعداد میں تین سے زیادہ ضربیں نہ ہوں۔ اسی طرح استاد کیلئے بھی یہی حکم ہے۔ ایک دفعہ آپ نے ایک استاد سے کہا: تین سے اوپر ضربیں نہ لگاؤ کیونکہ اگر تم نے تین سے زیادہ

ضربیں لگائیں تو اللہ تم سے بدلہ لے گا۔(۵۳)

ہندومت اور قوانین سزا

ہندومت میں سزا کے درجات:

سزا جسمانی ہو، مالی ہو یا تادیبی، ہندومت کے مطابق قاضی (بادشاہ) کو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے۔ کیونکہ غیر منصفانہ سزا سے انسانوں کے درمیان شہرت کو نقصان پہنچتا ہے اور یہ بدنامی، موت کے بعد بھی انسان کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ نیز ممکن ہے کہ انسان سے اس کی بہشت ہی چھین لے۔لہذا بادشاہ کو سزا کے نتائج وعواقب اچھی طرح معلوم ہوں۔(۵۴)

پس ایسا قاضی (بادشاہ) جو بے قصور سے ظلم کا طریقہ اپنائے اور اور ظالم کو چھوڑ دے، بہت جلد بدنامی سے دوچار ہوتا ہے اور موت کے بعد جہنم میں دھکیل دیا جاتا ہے۔(۵۵)

لہذا بادشاہ کو پہلے ہی مرحلے میں مجرم کو سزا نہیں دینا چاہئے بلکہ اسے اصلاح کا موقع دینا چاہئے۔ پہلے پہل نرمی سے ڈانٹ ڈپٹ کرے، پھر اس سے سختی ودرشتی سے ہمکلام ہو، اس کے بعد بھی باز نہ آئے تو مالی سزائیں دی جائیں۔ آخر میں کہیں جسمانی سزاؤں کا مرحلہ آتا ہے۔(۵۶) لیکن مجرم اگر ڈھیٹ ہو اور جرائم سے باز نہ آنے والا ہو تو قاضی (بادشاہ) اس پر بیک وقت چاروں طریقے آزما سکتا ہے۔(۵۷)

ہندومت میں سزاؤں کی اقسام:

منودھرم شاستر سے واضح ہوتا ہے کہ سزاؤں کی چار قسمیں ہیں، جو منو نے بیان کی ہیں:

ہلکی ڈانٹ ڈپٹ	درشت اور سخت ملامت
مالی سزائیں	جسمانی سزائیں

ان کے علاوہ بھی منودھرم شاستر میں دیگر سزائیں موجود ہیں جن کا اپنی جگہ پر ذکر آئے گا۔ اب ہر سزا کا ذکر آتا ہے:

ہلکی ڈانٹ ڈپٹ:

یہ سزا کی سب سے ہلکی قسم ہے۔ یہ سزا خطا کار کو اس وقت دی جاتی ہے جب معاف کرنا کارآمد، ممکن اور مفید نہ ہو۔ اس سزا میں خطا کار عموماً پہلی بار جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس سزا کے دینے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مجرم کو اس کے غلط پر ٹوکا جائے اور معاشرے کا اس پر ناراضگی کا اظہار ہو سکے۔

درشت اور سخت ملامت:

سزا کی یہ دوسری قسم پہلی قسم کی ایک سخت صورت ہے۔ اس صورت میں ناراضگی وناپسندیدگی کا اظہار نسبتاً زیادہ سخت الفاظ سے کیا جاتا ہے۔

مالی سزائیں:

مجرم کو مالی سزا جیسے جرمانہ کرنا وغیرہ، اس وقت دی جاتی ہے جب وہ کسی دوسرے شخص کا نقصان کرے جیسے "کسی کے سامان کو ارادی یا غیر ارادی طور پر نقصان پہنچانے والا نہ صرف (مالک) کا نقصان پورا کرے گا بلکہ بادشاہ کو نقصان کے برابر بطور جرمانہ بھی ادا کرے گا"۔ (۵۸)

جرمانہ کا انحصار کئی عناصر پر ہے۔ عموماً شودر ذات غریب ہوتی ہے اسی وجہ سے اس پر جرمانے کی مقدار کم ہوتی ہے، اسی طرح برہمن کا جرمانہ زیادہ، " کھشتری، ویش اور شودر جو جرمانہ ادا نہیں کر سکتے، مزدوروں سے بری الذمہ ہوں گے جبکہ برہمن اپنا (جرمانہ) اقساط میں ادا کریں گے"۔ (۵۹)

اس قسم کی سزا میں مال وجائیداد کی ضبطگی بھی شامل کی جاسکتی ہے مثلاً شودر اپنے سے کسی اوپر ذات والی عورت سے زنا کرے تو اس کی جائیداد ضبطگی اور عضو سے محرومی کی سزا ہے۔ (۶۰) اسی طرح اگر کوئی ویش کسی برہمن محفوظ عورت سے زنا کرے تو اس کے مال وجائیداد کی ضبطگی اور جلاوطنی کی سزا ہے۔ (۶۱)

زنا کے جرم پر بھی جرمانے کی سزا دی جاسکتی ہے۔ چنانچہ کھشتری یا ویش غیر محفوظ برہمن عورت سے مباشرت کریں تو کھشتری پر ایک ہزار پن جبکہ ویش پر پانچ سو پن کا جرمانہ ہے۔ (۶۲)

ذات پات کے نظام کا ہندو قوانین سزا پر اثرات:

ہندومت میں جرم کا ارتکاب کرنے والے شخص اور وہ شخص جس پر جرم کا ارتکاب کیا گیا ہوتا، دونوں کی ذاتیں، سزا پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتیں۔

اگر ایک اونچی ذات والا شخص ایک نیچی ذات والے شخص پر کوئی ظلم یا جرم کرتا تو سزا نسبتاً کم شدید ہوتی۔ اس کے برعکس اگر ایک نیچی ذات والا شخص ایک اونچی ذات والے شخص پر ظلم یا جرم کا ارتکاب کرتا تو سزا کی شدت نسبتاً کافی زیادہ ہوتی۔ لہذا دیکھا جاسکتا ہے کہ برہمن کے ساتھ بہت زیادہ رعایت برتی گئی مثلاً برہمن کو اکثر جسمانی سزا سے مستثنیٰ قرار دے دیا جاتا۔ جبکہ شودر کو سب سے زیادہ مصیبت سے دوچار ہونا پڑا۔ نیز کھشتری اور ویش کے مابین امتیاز کوئی زیادہ نہیں۔ درج ذیل شلوک یہ دعویٰ خوب اچھی طرح ثابت کرتے ہیں:

شودر:

کوئی ایسی عورت سے جو کسی کی حفاظت میں ہو یا (اس کے برعکس) دوجنمی عورت سے مباشرت کے ارتکاب کرنے والے شودکو (مندرجہ ذیل) قانون کے مطابق سزا دی جائے گی: ''اگر (عورت) کسی کی حفاظت میں نہیں تو شودر عضو سے محروم ہو جائے گا اوراس کی املاک ضبط؛ لیکن اگر وہ کسی کی حفاظت میں ہے تو (شودر کی) ہر چیز (حتی کہ جان بھی) جاسکتی ہے''۔(۶۳)

کھشتری دویش:

(حفاظت میں برہمنی کے ساتھ) مباشرت کرنے والا ویش ایک سال قید کے بعد اپنی جائیداد سے محروم ہو جائے گا؛ کھشتری کوایک ہزار (پن جرمانہ ہوگا) اوراس کا سر (گدھے کے پیشاب سے) مونڈ دیا جائے گا۔ اسی طرح کھشتری یا ویش کسی ایسی برہمنی سے مباشرت کرتے ہیں جو حفاظت میں نہیں تو ویش کو پانچ سو (پن) اور کھشتری کوایک ہزار جرمانہ کریں۔لیکن اگر یہ برہمنی نہ صرف حفاظت میں ہے (بلکہ کسی ممتاز شخص کی بیوی بھی ہے) توان کی سزا شودر کی سی ہوگی یا خشک گھاس کی آگ میں جلا دیا جائے گا۔(۶۴)

برہمن:

محفوظ عورت کی طرف اس کی مرضی کے خلاف رجوع کرنے والے برہمن کوایک ہزار (پن) کا جرمانہ ہو گا؛لیکن اگرعورت کی رضامندی شامل ہوتو جرمانہ پانچ سو پن ہوگی۔اسی طرح برہمن کوموت کی سزا (کی بجائے) سرمنڈنے کی سزا کا حکم دیا گیا ہے؛لیکن دوسری ذاتوں (کے مردوں) کوموت کی سزا بھگتنا ہوگی۔(۶۵)

قائم بالذات (سومبھو) کے بیٹے منو نے دس مقامات سزائے جسمانی بیان کئے ہیں جہاں تین کم ترین ذاتوں کوسزا دی جاسکتی ہے۔لیکن برہمن کوبغیر کسی ضرر کے ملک بدر کر دیا جائے گا۔ (۶۶)

جسمانی سزائیں:

۱۔ اعضاء کاقطع کرنا:

انسان کے مختلف اعضاء کاقطع کرنا بھی ہندومت میں قانون کے طور پرموجود ہے۔اگر مجرم کسی شخص کے خلاف کسی عضوکواستعمال کرے تو اس کا وہی عضوتلف کیا جائے: ''کوئی چور جس کسی عضوکوانسانوں کے خلاف (جرم کے لئے) استعمال کرتا ہے، بادشاہ (چورکو) اس عضو سے محروم کر دے تاکہ جرم دہرائے جانے کو روکا جا سکے''۔(۶۷)

اسی طرح چوری، ڈاکے اور زنا جیسے جرائم میں بھی یہ سزا موجود ہے۔چوری کی سزا کی مثال کے لئے دیکھیں درج ذیل شلوک:

سونے اور چاندی وغیرہ کے علاوہ جو چیزیں تول کر فروخت کی جاسکیں ان کے چرانے پر بھی جسمانی سزا ہوگی۔ قیمتی پارچہ جات بھی ان میں شامل ہیں۔ (۶۸)

پچاس (پلا) سے زیادہ چوری کرنے کی صورت میں (مجرم کے) ہاتھ کاٹ دینے کا قانون بنایا گیا ہے۔ (۶۹)

نیز شودر اگر کسی دوجنمی (برہمن، کھشتری اور ویش) غیر محفوظ عورت سے مباشرت کرے تو وہ اپنے عضو سے محروم ہو جائے گا۔ اور وہ دوجنمی عورت محفوظ ہو تو یہ شودر اپنے سب کچھ حتی کے جان سے بھی ہاتھ دھو سکتا ہے۔ (۷۰)

عموماً نچلی ذات والا کوئی اونچی ذات والے شخص کے کسی عضو کو نقصان پہنچاتا تو اس کا وہی عضو کاٹ دیا جاتا:

نیچ ذات اپنے جس عضو سے تین اونچی (ذاتوں) کے شخص پر حملہ کرے گا وہ عضو کاٹ دیا جائے گا۔ یہی منو کا فیصلہ ہے۔ (۷۱) ہاتھ یا چھڑی اٹھانے والے کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ غصے میں ٹھوکر لگانے والے کا پاؤں قطع کر دیا جائے گا۔ (۷۲) کم ذات کسی اونچی ذات والے کی نشست پر بیٹھنے کی کوشش کرے تو اس کے کولہے داغ دیئے جائیں یا بادشاہ کولہوں پر شگاف لگوائے گا۔ (۷۳) اگر کوئی اعلی ذات والے پر تحقیر سے تھوکے تو اسکے دونوں ہونٹ کٹوا دیئے جائیں۔ پیشاب کرنے کی صورت میں عضو تناسل، اگر اس کی طرف ریح خارج کرے تو مقعد کٹوا دی جائے گی۔ (۷۴)

اسی طرح برہمن کی گائے چرانے کے جرم میں اس شخص کا آدھا پیر کاٹ ڈالنا۔ درج ذیل شلوک ملاحظہ ہو": برہمن کی ملکیتی گائے چرانے، سواری کی بانجھ گائے (کی ناک) چھیدنے یا برہمن کی ملکیت کے (دوسرے) مویشی چرانے والے (مجرم) کا آدھا پاؤں کاٹ دینا چاہئے"۔ (۷۵)

قابلِ قطع اعضاءِ جسم: پیٹ، زبان، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، آنکھ، ناک، دونوں کان اور اسی طرح پورا جسم ہیں۔ (۷۶)

ب۔ موت کی سزا:

قدیم ہندومت میں موت کی سزا کی اجازت تھی۔ البتہ وہ جرائم متعین نہ تھے کہ کون کون سے جرائم میں یہ سزا دی جائے گی۔ مختلف جرائم میں یہ سزا دی جا سکتی ہے:

جب کوئی قاتل (قاتلانہ ارادے سے) بڑھے تو اسے بلا تردد قتل کیا جا سکتا ہے خواہ وہ (اس کا)

استاد ہو، بیٹا، عمر رسیدہ شخص یا ویدوں کا عالم برہمن ہو۔ (۷۷) قاتل کی ہلاکت سے کوئی جرم عائد نہیں ہوتا خواہ یہ کام کھلے عام کیا جائے یا چھپ کر، ان حالات میں غیظ وغضب کا جواب غیظ وغضب ہی بنتا ہے۔ (۷۸)

لہذا دیکھا جا سکتا ہے کہ زنا اور چوری میں بھی یہ سزا پائی جاتی ہے۔ زنا کی سزا میں مذکور شلوکوں میں موت کی سزا کی مثالیں موجود ہیں۔

بعض اوقات موت کی سزا سے بچاؤ پر حوصلہ افزائی بھی کی گئی ہے اور ایسا شخص جو جھوٹی گواہی سے کسی کو موت کی سزا سے بچا لے، کی ستائش کی گئی ہے:

کچھ معاملات میں ایک شخص نیک نیتی سے (غلط) گواہی دیتا ہے حالانکہ وہ حقائق (کا برعکس ہونا) جانتا ہے، بہشت سے محروم نہیں ہوتا۔ ایسی (شہادت) کو دیوتاؤں کا کلام کہا جاتا ہے۔ (۷۹) جب بھی سچ بولنے سے کسی شودر، ویش، کھشتری یا برہمن کی موت ہوسکتی ہو تو جھوٹ بولا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ (ایسا) جھوٹ سچ پر قابلِ ترجیح ہے۔ (۸۰)

ج۔ کوڑے:

کوڑے کی سزا اس وقت دی جاتی جب مجرم پر پہلی تین سزائیں (ہلکی ڈانٹ ڈپٹ، درشت اور سخت ملامت، مالی سزائیں) اثر نہ کرتیں تو اسے کوڑے مارے جاتے تاکہ وہ راہ راست پر آئے۔ منودھرم شاستر میں ہے:

''بادشاہ، عورتوں، بچوں، ناقص العقلوں، غریبوں اور ناداروں کو سزا دینے کے لئے کوڑا، بید، رسی یا اسی طرح کی کوئی دوسری چیز استعمال کریگا''۔ (۸۱)

د۔ داغ دینا:

داغ دینے کی سزا اکثر برہمنوں کو دی جاتی جو ان چار جرائم میں سے کوئی جرم کرتا: کسی برہمن کو قتل کرتا، زنا کرتا، سونا چراتا، شراب پیتا، وغیرہ۔ چنانچہ گرو کی بیوی کے ساتھ ناجائز تعلق استوار کرنے والے کے ماتھے پر فرج کا نشان داغا جائے۔ شراب نوش شودر کے ماتھے پر شراب خانے کی علامت، برہمن کا سونا چرانے والے کے ماتھے پر گرم لوہے سے کتے کا پنجہ داغ دیا جائے اور برہمن کے قاتل کے ماتھے پر بے سر کی لاش داغی جائے۔ (۸۲)

ہ۔ جلاوطنی:

ہندومت میں جلاوطنی کی سزا بھی دی جاتی ہے۔ عام طور پر داغے جانے کے بعد مجرم کو جلاوطن کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ابھی جو داغ دینے کے حوالہ سے جو شلوک گزشتہ سطور میں ذکر کیا گیا ہے اس کے بعد ان داغے جانے

لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے":ایسے (نشان زدہ) افراد کو کھانے، یگیہ، تعلیم اور رشتہ داری کے تعلق سے خارج کر دیا جائے اور (اس حالت میں) سطح ارض پر بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا جائے"۔(۸۳)

خلاصۂ کلام:

اسلام میں سزائیں جرائم کی نوعیت کو مدنظر رکھ کر متعین کی گئی ہیں۔بعض سزائیں تو بذریعہ وحی (قرآن وسنت) سے ثابت ہیں جو حدود وقصاص کہلاتی ہیں۔ جبکہ بعض دیگر سزائیں تعزیر کی صورت میں ہیں جن کا دائرۂ اختیار حکمران، ولی الامر یا قاضی کو دیا گیا ہے کہ وہ جرم کی نوعیت اور حالات کے مطابق سزائے تعزیر تجویز کر سکتا ہے۔لیکن اسلام کی تمام سزائیں -حدود وقصاص اور تعزیرات -زجری اور تادیبی ہیں یعنی مجرم کو جرم سے منع کرنے، بری عادت ختم کرنے اور معاشرہ میں مکمل امن وسلامتی اور عزت وآبرو، نسب، دین وعقل کی حفاظت کے لئے یہ سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔

ان سزاؤں میں پوری حکمت، مصلحت، عدل وانصاف اور مساوات مضمر وپوشیدہ ہے اور ایک صاف، ستھرا، مہذب، پاکیزہ معاشرہ کی ضمانت ان سزاؤں میں موجود ہے۔ان سزاؤں میں نہایت باریک بینی سے کام لیا گیا ہے جو انسانی حقوق کا تحفظ اور ضروریات خمسہ کی رعایت اتنا اعلی طریقے سے کرتی ہیں کہ ایسی رعایت دیگر مذاہب اور بالخصوص ہندومت کی سزاؤں میں نہیں برتی گئی۔

ہندومت میں سزائیں اگر چہ ایک قسم کی معاشرتی اصلاح اور عدل وانصاف کے قیام کے لئے دی جاتی ہیں مگر اسلامی سزاؤں کے مقابلے میں ان سزاؤں کے نظام اور تقسیم میں وہ انسانی فطرت کے تقاضوں، مکمل عدل وانصاف کی فراہمی، انسانی مساوات اور توازن، بے بنیاد ذات پات کی ترجیح اور جانبداری کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے جو انسانی عقل وشعور کو اپیل نہیں کرتیں۔اور کہیں کہیں ظلم وزیادتی کی جھلک نظر آتی ہے مثلاً مالی تاوان میں مالک تاوان ادا کرنے کے ساتھ ساتھ بادشاہ کو بھی جرمانہ ادا کرتا ہے وغیرہ۔ نیز زنا کے جرم میں نیچی ذات (شودر) کے مرد کی اعلی ذات (برہمن) کی عورت سے زنا کی صورت میں آلہ تناسل کو کاٹنا جس میں ایک طرف ذت پات کو اہمیت دی گئی ہے تو دوسری طرف سزا کے عدم توازن میں عضو کاٹنا احترام انسانیت کے خلاف ہے۔

ہندومت میں سزاؤں میں موجود شدت ونرمی ذاتوں کی وجہ سے ہے جو کہ ایک غیر عادلانہ اور غیر متوازن قانون معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ اسلام میں انسانوں کو ایک نظر سے دیکھا گیا ہے اور نیکی اور جرم وسزا میں تمام انسان برابر ہیں حتی کہ پیغمبر علیہ السلام کی اولاد بھی مستثنی نہیں۔ رسول کریمؐ کا فرمان ہے کہ اگر فاطمہؓ بنت محمد (یعنی محمدؐ کی بیٹی) بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالوں۔قرآنِ کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ جو شخص بھی نیکوکار ہو

چاہے مرد ہو یا عورت تو اللہ تعالی اسے بغیر جنس، رنگ، نسل، قوم کے لحاظ کے پاک زندگی عطا کریں گے۔ (۸۴)
اسی طرح یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ کبھی کسی کے گناہوں کا بوجھ کسی دوسرے پر نہیں ڈالا جائے گا۔ (۸۵)

اگر کوئی شخص قتل کا (یعنی قصاص کا) مستحق ہو اور جھوٹی گواہی سے بچا لیا جائے تو اسلام میں یہ ایک عظیم گناہ اور شہادت الزور کے زمرے میں آتا ہے، جس کو قرآن وسنت دونوں منع کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ہندومت دوسرے شخص کو سزا سے بچانے کے لئے جھوٹ بولنے پر ابھارتا ہے، جو ایک غیر معقول اور غیر عادلانہ عمل ہے اور حق غصب کرنے کے مترادف ہے۔

عقلی تناظر اور فطرتِ سلیمہ کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو کوئی بھی انسان جرم کرے تو اسے جرم کی نوعیت کے مطابق ہی سزا ملنی چاہئے۔ اگر مختلف ذات کے افراد ایک ہی جرم کا ارتکاب کریں تو عقل کا تقاضا یہ ہے کہ ذات کی بنیاد پر کسی کو سزا میں رعایت نہیں ملنی چاہئے بلکہ سب کے ساتھ ایک جیسا معاملہ کیا جائے جبکہ ہندومت میں ایسا نہیں ہوتا۔ ہندومت میں جوں جوں ذات بلند ہوتی جاتی ہے تو سزا نرم ہوتی جاتی ہے اور نچلی ذات والے کے لئے بدترین سزا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(1) Pat Fisher (2005). Living Religions. Newjersey. p.72

(2) D. Cogan Michael (2003). World Religions. Duncan Baird Publications BDP. p.138

(۳) أیضاً

(۴) فاروقی، عمادالحسن، دنیا کے بڑے مذہب، المطبعۃ العربیۃ، لاہور، س،ن، ص۵۳۔۵۴

(5) D. Coogan Michael. p.159

(۶) المعجم الوسیط، مجمع اللغۃ العربیۃ بالقاہرۃ، آخرجہ : فہیم مصطفیٰ ہارون وآخرون، القاہرۃ، ۱۳۸۰۔۱۳۸۱ھ، مادہ : فقہ؛ شرح جمع جوامع المحلی لابن السبکی، محمد بن أحمد المحلی، ط :موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴/۱

(۷) الاحکام السلطانیۃ، علی بن محمد الماوردی، ط: ۲۰۰۲م، دار الفکر، بیروت، ص۱۹۲

(۸) اسلام کا فوجداری قانون، لعبد القادر عودة، مترجم: ساجد الرحمٰن صدیقی، ط:۲۰۰۶ء، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۸۲-۸۱/۱

(۹) حاشیة الطحاوی علی الدر المختار، ط:۱۲۸۰ھ، مطبعة مصر، ص۵۰

(۱۰) قواعد الفقہ؛ لمحمد عمیم الإحسان المجددی البرکتی، ط۱:۱۹۸۶ء، الصدف پبلشرز، کراچی، ص۱۷۸، مادة: القصاص

(۱۱) شرح فتح القدیر، ابن ہمام، ط۱: ۲۰۰۳، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۳۱۸/۱۱، کتاب الحدود

(۱۲) المبسوط، سرخسی، تحقیق: خلیل محی الدین. ط۱: ۲۰۰۰ء، دار الفکر، بیروت، ۳۶/۹؛ فتح القدیر، محمد بن علی الشوکانی. ط: دار ابن کثیر، بیروت، ۱۱۹/۱؛ کشاف القناع، منصور بن یونس الحنبلی. تحقیق: إبراہیم أحمد. ط: دار عالم الکتب، بیروت، ۷۲/۴

(۱۳) اسلام کا فوجداری قانون، ۱۶۶-۱۶۵/۱

(۱۴) الأنعام: ۱۵۱

(۱۵) صحیح مسلم، مسلم بن الحجاج أبو الحسین القشیری النیسابوری، تحقیق وتعلیق: محمد فؤاد عبد الباقی، ط: دار إحیاء التراث العربی، بیروت، کتاب القسامة والمحاربین، باب ما یباح بہ دم مسلم

(۱۶) صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب قدر اسواط التعزیر

(۱۷) مسند الإمام أحمد بن حنبل، أحمد بن حنبل أبو عبداللہ الشیبانی، ط: مؤسسة قرطبة، القاہرة، ۶۷۹/۲

(۱۸) سنن أبی داؤد. سلیمان بن الأشعث أبو داود السجستانی الأزدی، تحقیق: محمد محیی الدین عبد الحمید، مع الکتاب: تعلیقات کمال یوسف الحوت، ط: دار الفکر، بیروت، کتاب اللقطة، باب التعریف باللقطة

(۱۹) الموسوعة الفقہیة الکویتیة، وزارة الأوقاف والشؤن الإسلامیة، ط: (من ۱۴۰۴-۱۴۲۷ھ)، الکویت، ۲۶۴/۱۲

(۲۰) النساء: ۱۵

(۲۱) المائدة: ۳۳

(۲۲) السنن الکبری، أبوبکر أحمد بن الحسین بن علی البیہقی، حاشیة: علاء الدین علی بن عثمان الماردینی الشہیر بابن الترکمانی، ط۱: ۱۳۴۴ھ، مجلس دائرة المعارف النظامیة الکائنة فی الہند ببلدة حیدر آباد، کتاب النفقات، باب الرجل یحبس الرجل للآخر

(۲۳) الموسوعة الفقہیة الکویتیة، ۲۶۹/۱۲

(۲۴) المائدہ: ۳۳

(۲۵) سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب فی الحکم فی المخنثین

(۲۶) المبسوط، سرخسی، ۴۵/۹

(۲۷) معرفۃ السنن والآثار، للبیہقی، تحقیق: عبدالمعطی أمین، ط۱: ۱۹۹۱م، دارالوعی، حلب، کتاب الاشربة والحد فیہا، باب التعزیر

(۲۸) الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، ۳۷۱/۱۲

(۲۹) صحیح ابن حبان، محمد بن حبان، تحقیق: شعیب ارناوط، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، کتاب اللباس وآدابہ، باب الصور والمصورین، ذکر الخبر المدحض، ۱۶۵/۱۲

(۳۰) الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، ۲۶۳/۱۲-۲۷۶

(۳۱) لسان العرب، محمد بن مکرم بن منظور الأفریقی المصری، ط۱: دارصادر، بیروت، مادۃ: شبہ

(۳۲) الجامع الصحیح سنن الترمذی، محمد بن عیسی أبوعیسی الترمذی السلمی، ط: دار إحیاء التراث العربی، بیروت، کتاب الحدود عن رسول اللہ، باب ماجاء فی درء الحدود

(۳۳) شرح فتح القدیر، کتاب الحدود؛ اسلام کا تصور جرم وسزا، تالیف: خورشید احمد ندیم، ط: ۱۹۹۷م، عالمی ادارہ فکراسلامی، اسلام آباد، ۳۸۴/۱

(۳۴) المائدہ: ۳۸

(۳۵) سنن ابی داود، کتاب البیوع، باب فی الرجل یاکل من مال ولدہ

(۳۶) الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، ۲۹۱/۴

(۳۷) اسلام کا تصور جرم وسزا، ۳۸۴/۱-۳۸۸

(۳۸) اسلام کا فوجداری قانون، لعودۃ، ۱۱/۱-۷۱۶-۷

(۳۹) سنن الترمذی، کتاب الدیات، باب ما جاء فیمن رضخ راسه بصخرة

(۴۰) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، لابی بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی، ط۲: ۱۹۸۶م، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۴۵/۷-۲۴۶؛ کشاف القناع، ۵۳۸/۵-۵۳۹؛ المغنی عن حمل الأسفار فی الأسفار، أبو الفضل العراقی، تحقیق: أشرف عبدالمقصود، ط۱: ۱۹۹۵ء، مکتبۃ طبریۃ، الریاض، ۶۸۸/۷

(۴۱) النحل: ۱۲۸

(۴۲) الجامع الصحیح، محمد بن إسماعیل أبوعبداللہ البخاری الجعفی، تحقیق: د. مصطفی دیب البغا، ط۳: ۱۹۸۷ء، دار ابن کثیر، الیمامۃ، بیروت، کتاب الخصومات، باب ما یذکر فی الاشخاص والخصومة

(۴۳) حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، لمحمد عرفہ الدسوقی، تحقیق محمد علیش. ط: دارالفکر، بیروت، ۲۶۵/۴؛ مغنی المحتاج إلی معرفۃ ألفاظ المنہاج، محمد الخطیب الشربینی، ط: دارالفکر، بیروت، ۴۴/۴-۴۵؛ المغنی لابن قدامۃ، ۶۸۸/۷

(۴۴) النور: ۲

(۴۵) النور: ۴

(۴۶) صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور

(۴۷) سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللہ، باب ومن سورة النور

(۴۸) صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الخمر

(۴۹) الموطا، مالک بن أنس أبو عبداللہ الأصبحی، تحقیق د. تقی الدین الندوی، ط۱ :۱۹۹۱م، دار القلم، دمشق، کتاب الحدود، باب ما جاء فیمن اعترف علی نفسہ بالزنا

(۵۰) الموسوعة الفقہیة الکویتیة، ۲۸/۱۷۷

(۵۱) المغنی، لابن قدامة، فصل فی وجوب الرجم علی الزانی المحصن، ۲۰/۱۸

(۵۲) صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب ما یکره من لعن شارب الخمر

(۵۳) رد المحتار علی الدر المختار، ابن عابدین، محمد أمین ۔ تحقیق: عادل أحمد وعلی محمد۔ ط :۱۹۶۶ء مکتبة مصطفیٰ البابی، القاہرة، کتاب الصلوة، ۱/۳۸۲

(۵۴) منو۔ منودھرم شاستر ۔ ارشد رازی ۔ ط :۲۰۰۷ء، نگارشات پبلشرز، لاہور، باب ۸، اشلوک ۱۲۷، ص ۱۷۹

(۵۵) ایضاً، باب ۸، اشلوک ۱۲۸، ص ۱۷۹

(۵۶) ایضاً، باب ۸، ایضا ۱۲۹، ص ۱۷۹

(۵۷) ایضاً، باب ۸، ایضا ۱۳۰، ص ۱۷۹

(۵۸) ایضاً، باب ۸، ایضا ۲۸۱، ص ۱۹۳

(۵۹) ایضاً، باب ۸، ایضا ۲۲۹، ص ۲۲۸

(۶۰) ایضاً، باب ۸، ایضا ۳۶۶، ص ۲۰۱

(۶۱) ایضاً، باب ۸، ایضا ۳۶۷، ص ۲۰۲

(۶۲) ایضاً، باب ۸، ایضا ۳۶۸، ص ۲۰۲

(۶۳) ایضاً، باب ۸، ایضا ۳۶۶، ص ۲۰۲

(۶۴) ایضاً، باب ۸، ایضا ۳۶۷-۳۶۹، ص ۲۰۲

(۶۵) ایضاً، باب ۸، ایضا ۳۷۰-۳۷۱، ص ۲۰۲

(۶۶) ایضاً، باب ۸، ایضا ۱۲۴، ص ۱۷۹

(۶۷) ایضاً، باب ۸، ایضا ۳۲۷، ص ۱۹۸

(۶۸) ایضاً، باب، ۸ ایضا ۳۱۴، ص ۱۹۶

(۶۹) ایضاً، باب ۸، ایضا۳۱۵، ص۱۹۶

(۷۰) ایضاً، باب ۸، ایضا۳۶۶، ص۲۰۱

(۷۱) ایضاً، باب ۸، ایضا۲۷۲، ص۱۹۲

(۷۲) ایضاً، باب ۸، ایضا۲۷۳، ص۱۹۳

(۷۳) ایضاً، باب ۸، ایضا۲۷۴، ص۱۹۳

(۷۴) ایضاً، باب ۸، ایضا۲۷۵، ص۱۹۳

(۷۵) ایضاً، باب ۸، ایضا۳۱۸، ص۱۹۷

(۷۶) ایضاً، باب ۸، ایضا۱۲۵، ص۱۷۹

(۷۷) ایضاً، باب ۸، ایضا۳۴۳، ص۱۹۹

(۷۸) ایضاً، باب ۸، ایضا۳۴۴، ص۱۹۹

(۷۹) ایضاً، باب ۸، ایضا۱۰۳، ص۱۷۷

(۸۰) ایضاً، باب ۸، ایضا۱۰۴، ص۱۷۷

(۸۱) ایضاً، باب ۹، ایضا۲۳۰، ص۲۲۸

(۸۲) ایضاً، باب ۸، ایضا۲۳۷، ص۲۲۹

(۸۳) ایضاً، باب ۸، ایضا۲۳۸، ص۲۲۹

(۸۴) النحل:۹۷

(۸۵) الأنعام: ۱۶۴

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆